OPEN ACCESS
Al-Azvā الاضواء
ISSN 1995-7904 ;E 2415-0444
Volume 39, Issue, 61, 2024
www.aladwajournal.com

دَین کی عدمِ ادائیگی پر تعویضِ مالی کا شرعی حکم
قدیم وجدید فقہاء کی آراء کی روشنی میں ایک تقابلی جائزہ

Monetary Compensation for Non-Payment of Debt: A Comparative Analysis of Classical and Contemporary Jurist Perspectives

Abdul Razzaq, Assistant Professor
Govt. Post Graduate College Samandri, Faisalabad, Pakistan

Hafiz Ateeq ur Rehman, Research fellow
Dar-ul-Tahqiq, Markaz-Al-Touheed, M Rafi Housing Scheme, Kasur, Pakistan

KEYWORDS

Wealth; Loan; Loan-Based Contract; Cash-Based Contract; Islamic Shariah; Financial Punishment

Date of Publication:
28-06-2024

Abstract

Wealth forms the backbone of human life, and loans and debts are essential components of financial transactions. Islamic Shariah provides detailed guidelines for cash-based contracts as well as loan-based contracts. In the contemporary world, time holds significant value in loan-based agreements, especially for traders and businessmen. Many financial institutions and individuals base their businesses on loans and debts, suffering substantial losses when loans are not repaid on time. This issue has hindered the success of many Islamic financial institutions, while conventional interest-based institutions mitigate such risks by charging debtors for late payments. Although Islamic Shariah strongly condemns late payments, questions arise regarding the permissibility of compensation for delayed payments. For instance, can two parties agree on compensation for late payment? In 'Istisna' contracts, is it permissible for a customer to reduce payment if the contractor fails to complete the job on time? This article presents a research review addressing these questions,

drawing on the opinions of both classical and contemporary jurists, and offers conclusions for a better understanding of the readers.

مال انسانی زندگی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے، اور معاملات مالیہ کا لازمی حصہ دَین اور ادھار ہے، شریعت اسلامیہ نے جس طرح نقد معاملات کے احکام بیان کیے ہیں اسی طرح عقودِ مداینہ کے احکام و مسائل کو بھی مفصل بیان کیا ہے۔ عصر حاضر میں تجار کے ہاں دیون میں اجل اور وقت کی بہت اہمیت ہے، معاصر دنیا میں بہت سے اشخاص اور مالیاتی ادارے ایسے ہیں جن کے سارے کاروبار کی بنیاد ہی ادھار پر ہوتی ہے، جن کو وقت مقررہ پر دین کی عدم ادائیگی کی وجہ سے بہت ہی زبردست نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جس کی وجہ سے بہت سے اسلامی مالیاتی اداروں کو تو مارکیٹ میں اپنا وجود قائم رکھنا ہی مشکل ہو جاتا ہے، کیونکہ ان کے مقابلے میں روایتی اور سودی ادارے دین کی بروقت ادائیگی نہ کرنے پر سود لیتے ہیں۔ دین کی بروقت ادائیگی نہ کرنے پر شریعت اسلامیہ میں بہت سخت اور شدید الفاظ میں مذمت تو بیان کی گئی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ دین کی عدم ادائیگی پر عاقدین کا تعویضِ مالی پر اتفاق کر لینا جائز ہے یا نہیں؟ ایسے ہی عقدِ استصناع اور ٹھیکیداری کے معاملات بروقت مکمل نہ کرنے پر شرط جزائی لگانا درست ہے یا نہیں؟ زیر نظر مضمون میں مذکورہ سوالات کا قدیم وجدید فقہاء کی آراء کی روشنی میں تحقیقی جائزہ پیش کیا جائے گا۔

تعویض کا لغوی معنی: تعویض عوض سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے "بدل" عربی میں "عوضته تعويضا" اس وقت بولا جاتا جب کسی جانے والی چیز کا بدل دیا جائے۔ "التعويض اعطاء العوض،وهو البدل"[1] تعویض کا لغوی معنی کسی شے کا عوض دینا اور وہ بدل ہوتا ہے۔

تعویض کی اصطلاحی تعریف: التعويض اصطلاحا: "هو دفع ما وجب من بدل مالی بسبب الحاق ضرر بالغير، وهومنفى شرعاً"[2]

اصطلاح میں تعویض سے مراد کسی غیر کو ممنوعِ شرعی نقصان پہنچانے پر واجب مالی معاوضہ ادا کرنا۔

دین کی عدم ادائیگی پر تعویضِ مالی کا حکم

بینک کا کام پیسے کا لین دین ہوتا ہے اور سودی بینک تاخیر پر سود وصول کرتے ہیں، اسلامی بینک اس سلسلے میں کیا کریں؟ تو یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے اسلامی بینکوں کیلئے، کیونکہ اگر تو مدیون تنگ دست ہو تو اسے مہلت دینا تو ثواب کا کام ہے لیکن آج کل اکثر اوقات مدیون دین کی ادائیگی میں تاخیر تنگ دستی کی وجہ سے نہیں کرتے، بلکہ اس کا اصل مقصد دین کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا ہوتا ہے اور پھر آج کل جب کہ لوگوں میں دینی و اخلاقی اقدار کی

اہمیت بھی بہت کم ہو گئی ہے اور امانت و دیانت کا معیار بھی بہت گر چکا ہے، اس لئے اکثر لوگ وقت پر دین کی ادائیگی نہیں کرتے۔ جس کی وجہ سے دائن کو بعض اوقات ضررِ عظیم لاحق ہو جاتا ہے، اور آج ہر دائن دین کی ادائیگی میں ٹال مٹول کی پریشانی کا شکار نظر آتا ہے اور اس ٹال مٹول کے نتیجے میں اسلامی بینکوں کو جو نقصان لاحق ہو رہا ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ کیونکہ دوسری طرف سودی نظام میں تو سود کے اضافے کا خوف مدیون کو وقت پر ادائیگی کرنے پر مجبور کر دیتا ہے اس لیے کہ اگر مدیون وقت پر دین ادا کرنے میں کوتاہی کرے گا تو خود بخود اس کا دین دگنا ہو جائے گا۔ لیکن اسلامی بینک وقت پر دین کی ادائیگی نہ کرنے یا اس میں ٹال مٹول کی وجہ سے شرعاً اس دین میں نہ تو اضافہ کر سکتے ہیں اور نہ ہی اس پر سود لگا سکتے ہیں۔ جس کی وجہ سے مدیون ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے اور دین کی ادائیگی بر وقت نہیں کرتا۔ جبکہ آج کے تجارتی نظام میں اور خاص کر موجودہ بینکنگ کے نظام میں وقت کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا دائنین کو اور خاص کر اسلامی بینکوں کو دین کی ادائیگی میں تاخیر اور ٹال مٹول کے نقصان سے بچانے کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟ اس میں یہ بات تو واضح ہے کہ تاخیر کی وجہ سے سود یا مالی جرمانہ بینک نہیں لے سکتے کیونکہ حدیث میں واضح الفاظ ہیں:

"كل قرض جر نفعه فهو رباء" [3]

"ہر وہ قرض جو نفع کو ساتھ لائے تو یہ سود ہے۔"

لہذا قدیم فقہاء میں سے کوئی ایک بھی مالی جرمانہ کرنے کا قائل نہیں ہے۔[4] البتہ جدید فقہاء کے اس بارے میں دو قول ہیں، اکثر جدید فقہاء بھی اس کے عدم جواز کے قائل ہیں، لیکن چند ایک جدید علماء موجودہ دور کے حالات کو دیکھ کر نقصان کی بنا پر تعویض مالی کے جواز کے قائل ہیں۔[5]

مجوزین کا نقطہ نظر:

مجوزین میں شیخ مصطفیٰ زرقاء[6]، علامہ یوسف قرضاوی، صدیق محمد امین الضریر، اور ان کے علاوہ چند دیگر حضرات نے اسے جائز قرار دیا ہے،[7] یہ حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ تعویض مالی مقرر کرنا جائز ہے۔ یہ حضرات تعویض مقرر کرنے کا طریقہ یہ بیان کرتے ہیں کہ مثلاً: بینک نے کسی کو مرابحۃً کوئی چیز فروخت کی، اب مدیون نے وہ قرض وقت پر ادا نہیں کیا تو جتنے دن اس نے ادائیگی میں تاخیر کی اتنے دن اتنی رقم اگر اسی بینک کے حسابِ استثمار میں رکھی جاتی تو اس پر اگر کوئی نفع ہوتا تو وہ اب مدیون کے ذمہ عائد کیا جائے گا اور یہ ربوا نہیں ہے بلکہ یہ " تعویض عن الضرر " ہے۔ اور یہ حضرات سود اور تعویض میں کئی فرق بیان کرتے ہیں۔

(1) پہلا فرق یہ ہے کہ ربوا میں معسر اور موسر کا کوئی فرق نہیں ہوتا۔ لیکن ہم یہ مطالبہ صرف موسر سے اور مماطل سے کرتے ہیں، معسر سے یہ مطالبہ نہیں کرتے۔

(2) دوسرا فرق یہ ہے کہ اس پر کوئی معین شرح مقرر نہیں بلکہ یہ دیکھتے ہیں کہ اس زمانے میں اگر حساب استثمار میں رقم رکھی جاتی تو اس پر نفع آتا یا نہیں؟ اگر اس صورت میں نفع آیا ہی نہیں تو اس سے بھی کوئی مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اگر اس صورت میں واقعی نفع آیا ہے تو ہم اس سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اتنا ادا کرے۔ جبکہ سود ہر صورت واجب الاداء ہوتا ہے، مدیون معسر ہو یا موسر، حساب استثمار مین نفع آیا ہو یا نہ آیا ہو۔

(3) دین کے معاہدے کے وقت سے ہی طرفین کو سود کی شرح کے بارے میں علم ہوتا ہے کہ اس دین پر اتنی شرح سود ہو گی، لیکن یہاں تعویض مالی میں کوئی شرح متعن نہیں۔

(4) سود دین کی ادائیگی میں تاخیر کے فوراً بعد لازمی آتا ہے چاہے وہ ایک دن کی ہی تاخیر کیوں نہ ہو، جبکہ تعویض مالی اس وقت لازم آتا ہے جب بینک کو یہ ثابت ہو جائے کہ وہ واقعتاً ٹال مٹول کر رہا ہے۔ چنانچہ بعض اسلامی بینکوں کا اصول ہے کہ ایسے مدیون کو وقت گزرنے کے بعد اور مالی معاوضہ لازم کرنے کے لئے مدیون کو چار نوٹس ایک ایک ہفتے کے وقفے سے بھیجے جاتے ہیں۔ اس طرح گویا کہ مالی معاوضہ ایک ماہ کے بعد لازم کیا جاتا ہے۔[8]

چنانچہ سود اور مالی معاوضہ کے درمیان ان فروق کی وجہ سے ان علماء کا کہنا ہے کہ مالی معاوضہ کا سود سے کوئی تعلق نہیں اور اس کے جواز پر وہ کئی دلائل پیش کرتے ہیں:

مجوزین کے دلائل

(1) يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ[9]

اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے شیخ مصطفیٰ الزرقاء لکھتے ہیں:

ونتيجة ذالك ان تاخير الوفاء عن ميعاده دون رضا صاحب الحق يجعل العاقد المختلف فى مركز التقصير الذى يسبب حرمان صاحب الحق من التمتع بحقه والاستفادة المشروعة منه، وهذا الحرمان بلا مسوغ هو ضرر له يجعل المتسبب مسؤلا"[10]

وقت مقررہ پر ادائیگی میں صاحب حق کی رضا کے بغیر تاخیر سے عقد کرنے والا طے شدہ معاہدے سے اختلاف کرنے والا بن گیا ہے، جس کے سبب صاحب حق اپنے مال سے جائز استفادے سے محروم ہو گیا، اور یہ بلا جواز محرومی اس کے لئے ضرر ہے، لہٰذا اس کے مسبب کو اس کا ذمہ دار قرار دیا جائے گا۔

(2) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: "لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ" [(11)]

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "نہ نقصان اٹھاؤ اور نہ کسی کو نقصان پہنچاؤ۔"

مجوزین حضرات کہتے ہیں اس حدیث سے "الضرر یزال" کا قاعدہ فقہاء نے اخذ کیا ہے اور مدیون نے دائن کو جو ضرر پہنچایا ہے اس کا ازالہ تعویض مالی کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔[12]

(3) دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"لَيُّ الواجِدِ يُحِلُّ عِرْضَهُ وعُقوبَتَه"[(13)]

"مالدار شخص کا ٹال مٹول، اس کی آبرو اور اس کی سزا کو حلال کر دیتا ہے۔"

چنانچہ وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ تعویض مالی بھی سزا کی ایک صورت ہے۔

(4) مجوزین کی ایک دلیل یہ ہے کہ اگر مدین مماطل پر کوئی جرمانہ نہ لگایا جائے تو لوگ جان بوجھ کر دین کی ادائیگی میں تاخیر کرتے ہیں جس کی وجہ دائنین اور خاص کر اسلامی مالیاتی اداروں کو زبردست نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جس سے بعض اوقات انہیں اپنا وجود قائم رکھنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ جب مدیون پر مالی جرمانہ کیا جائے گا تو پھر لوگوں میں ڈر ہو گا اور ٹائم پر ادائیگی کریں گے، وہی تاخیر کرے گا جو تنگ دست ہو گا اور اسے شریعت کی طرف سے ویسے ہی مہلت دینے کا حکم ہے۔

مانعین کا نقطہ نظر:

دوسری طرف اکثر علماء جن میں مفتی محمد تقی عثمانی، وہبہ زحیلی، عبد الفتاح ابو غدہ، شیخ عبد اللہ بن سلیمان، نزیہ کمال حماد[14] وغیرہ شامل ہیں۔ یہ حضرات اس کے عدم جواز کے قائل ہیں۔ ان کا نقطہ نظر وہی ہے جو تمام قدیم فقہاء کا ہے کہ: قرض پر کسی بھی قسم کا منافع سود ہے۔[15]

اس پر یہ حضرات متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول یہ اثر پیش کرتے ہیں:

" كل قرض جرنفعه فهو ربوا" [16]

"قرض پر ہر قسم کا نفع سود ہے۔"

ان حضرات کا کہنا ہے کہ بالکل یہی صورت زمانہ جاہلیت میں بھی سود کی جاری تھی کیونکہ وہ بھی یہی کہا کرتے تھے:

"و اما ان تقضی و اما ان تربی"[17]

"یا تو قرض ابھی ادا کرو یا واجب الاداء رقم میں اضافہ کرو۔ "

لہٰذا اسلام نے اسی کو منع کیا ہے اور مندرجہ بالا صورت بالکل زمانہ جاہلیت والی ہی ہے۔[18]

مانعین نے تعویض مالی کو ناجائز قرار دینے کی ایک دلیل سدِ ذرائع کو قرار دیا ہے، ان کے نزدیک تعویض مالی سے سود کا دروازہ کھل جائے گا۔[19]

اسلامی مالیاتی اداروں کے لئے شرعی معیارات تیار کرنے والی مجلس شرعی نے بھی اس مسئلہ میں جمہور فقہاء کے نقطہ نظر کو اختیار کیا ہے اور کسی بھی قسم کی تعویض مالی کو ناجائز قرار دیا ہے۔

چنانچہ المعایير الشرعیہ میں مذکور ہے:

"لا يجوز اشتراط التعويض المالي نقدا أو عينا، وهو ما يسمى بالشرط الجزائي، على المدين إذا تأخر عن سداد الدين، سواء نص على مقدار التعويض أم لم ينص، وسواء كان التعويض عن الكسب الفائت (الفرصة الضائعة) أم عن تغير قيمة العملة".[20]

"مدیون جب واجبات کی ادائیگی میں تاخیر کرے تو اس پر مالی عوض کی شرط لگانا جائز نہیں ہے، خواہ یہ مالی عوض نقد کی صورت میں ہو یا کسی اثاثہ کی صورت میں ہو۔ اس صورت کو شرط جزائی کہا جاتا ہے، خواہ مالی عوض کی مقدار پہلے سے طے شدہ ہو یا نہ ہو، نیز یہ مالی عوض فوت شدہ نفع (یعنی متوقع نفع کے ضائع ہونے) کا عوض ہو یا کرنسی کی قدر تبدیل ہونے کی وجہ سے لگایا گیا ہو۔"

مجلس شرعی نے اس پر وہی دلائل ذکر فرمائے ہیں جو عدم جواز کے قائلین حضرات نے ذکر کئے ہیں:

"لا يجوز اشتراط التعويض على المدين إذا تأخر عن الأداء، ولا المطالبة القضائية به سواء كان في بدء المداينة أم عند حلول أجلها؛ لأنه ربا واشتراطه باطل، لقوله: "المسلمون على شروطهم إلا شرطا أحل حراما أو حرم حلالا "، ولأن المرابي في الجاهلية كان يقول: أتقضي أم تربي ؟ ولأن النهي عن كل قرض جر نفعا ثبت عن عدد من الصحابة "[21]

"مدیون پر ادائیگی میں تاخیر کی بنا پر کوئی جرمانہ ادا کرنے کی شرط لگانا اور عدالت کے ذریعے اس کا مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے، چاہے یہ شرط ادھار معاملے کی ابتداء میں ہو یا ادھار کی مدت کے اختتام پر ہو، کیونکہ یہ سود ہے اور ایسی شرط باطل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "مسلمانوں پر اپنی شرائط کی پاسداری لازم ہے سوائے ان شرائط کے جو حرام کو حلال کردے یا حلال کو حرام کر دے۔ "اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سود خور زمانہ جاہلیت میں یہی کہا کرتے تھے کہ: "یا تو تم قرض ادا کر دیا اس پر اضافہ دو۔" اور اس وجہ سے بھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت کی جانب سے ہر ایسے قرض کی ممانعت ثابت ہے جو کوئی فائدہ کھینچ کر لائے۔"

مجمع الفقہ الاسلامی نے بھی اس کو واضح الفاظ میں سود قرار دیا ہے۔

"اذا تاخر المشترى المدين في دفع الاقساط عن الموعد المحدد، فلايجوز الزامه اى زيادةِ على الدين ،بشرط سابق او بدون شرط، لان ذالك ربا محرما"[22]

جب مشتری مدیون وقت مقررہ پر قسطیں ادا نہ کرے تو اس پر دین میں زیادتی کو پہلے سے مذکور کسی شرط کی بنا پر یا بغیر کسی شرط کے لازم کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ یہ سود ہے۔

دونوں آراء کا تحقیقی جائزہ

تمام قدیم اور اکثر جدید فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرض یا دین میں تاخیر پر کسی بھی قسم کا مالی جرمانہ مقرر نہیں کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ بعض معاصر فقہاء اسے جائز قرار دیتے ہیں۔ دونوں آراء کا جائزہ لیا جائے تو مانعین کا قول مندرجہ ذیل وجوہ سے راجح اور درست معلوم ہوتا ہے۔

1: "مالی معاوضہ" کے مجوزین کی رائے فکری اور علمی دونوں اعتبار سے محل نظر ہے۔ فکری لحاظ سے تو اس طرح کہ دین کی ادائیگی میں ٹال مٹول کا مسئلہ آج کے دور کا کوئی نیا پیدا ہونے والا مسئلہ نہیں ہے بلکہ ہر زمانے میں اور ہر شہر میں تجار اس مشکل سے دوچار ہوتے رہے ہیں۔ خود حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد کے

تمام زمانوں میں یہ مسئلہ اسی طرح پیش آتا رہا، لیکن احادیث اور آثار میں کہیں یہ بات ثابت نہیں ہے کہ اس مشکل کے حل کے لئے ٹال مٹول کرنے والے پر کسی قسم کا کوئی مالی معاوضہ لازم کیا گیا ہو۔ اور پوری چودہ سو سال کی تاریخ میں کہیں نظر نہیں آتا کہ کسی مفتی یا قاضی نے ٹال مٹول کرنے والے پر مالی معاوضہ کا حکم دیا ہو۔ بلکہ تمام فقہاء کی کتب میں اس کے خلاف ہی حکم نظر آئے گا۔[23]

2-رہی بات مجوزین کے استدلال کی جو انہوں نے "لاضرر و لا ضرار" سے کیا ہے۔ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس حدیث سے یہ بات تو ثابت ہوتی ہے کہ دوسرے کو نقصان پہنچانا حرام ہے اور اس نقصان کو جائز طریقے سے دور کرنا بھی جائز ہے۔ لیکن ہر نقصان مالی معاوضہ سے ہی دور کیا جائے، یہ بات اس حدیث سے نہ صراحتاً اور نہ اشارتاً ثابت ہوتی ہے کہ تاخیر سے ادائیگی کرنے پر مالی معاوضہ مقرر کیا جائے۔ اگر اس سے یہ بات کسی بھی طریقے سے ثابت ہوتی تو آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس طرح کرتے، لیکن ایسا کہیں بھی نظر نہیں آتا۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اگر دائن کو یہ رقم مقررہ وقت پر مل جاتی تو وہ رقم کو تجارت میں لگا کر نفع حاصل کرتا۔ اب کیونکہ اسے وقت پر نہیں ملی اور وہ اس منافع سے محروم رہا ہے، لہٰذا مدیون اس کی تعویض مالی سے تلافی کرے۔

تو یہ بات دو اصولوں پر مبنی ہے:

1 : ایک یہ کہ متوقع نفع کو حقیقی نفع شمار کیا جائے۔

2 : اور دوسرا یہ کہ نوٹ خود روزانہ کچھ نہ کچھ نفع لانے والے ہیں۔

ان دونوں اصولوں کی سودی نظام میں تو گنجائش ہے لیکن اسلامی فقہ میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

کیونکہ اگر یہ اصول اسلام میں معتبر ہوتے تو ان کو غاصب اور چور پر ضرور منطبق کیا جاتا۔ لیکن اسلامی فقہ کی پوری تاریخ میں اس کی ایک مثال بھی نہیں پیش کی جا سکتی کہ کسی نے کرنسی نوٹ چوری کرنے والے پر اس بنیاد پر "مالی معاوضہ" لازم کر دیا ہو کہ اس نے مدت غصب کے دوران شئ مغصوب سے متوقع منافع ضائع کیے ہیں۔ شریعت اسلامیہ نے چور کی قطع ید کی سزا تو لازم کی ہے۔ لیکن مسروقہ شئ کی بنیاد پر اس کے اوپر مالی معاوضہ لازم نہیں کیا۔ لہٰذا یہ اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ شریعت اسلامیہ نے "مالی معاوضہ" کسی صورت میں لازم قرار نہیں دیا۔

مذکورہ تفصیل سے مجوزین کی فکری غلطی واضح ہو جاتی ہے۔ جہاں تک عملی پہلو کا تعلق ہے۔ تو مجوزین نے مالی معاوضہ اور سود کے درمیان جو فرق بیان کئے ہیں یہ محض نظریاتی ہیں۔ عملی تطبیق کے وقت ان دونوں میں کوئی فرق ظاہر نہیں ہوتا۔ ذیل میں ہر فرق کے بارے میں تفصیل سے جائزہ لیتے ہیں کہ سود میں اور اس میں عملاً کیسے فرق نہیں ہو گا؟

مجوزین سود اور مالی معاوضہ کے درمیان پہلا فرق یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر مدیون معسر ہے تو مالی معاوضہ نہیں لیا جائے گا جبکہ سود لیا جاتا ہے۔ اب مدیون کی تنگ دستی اور مالداری ایسی چیز ہے کہ جس پر بینک کو ہر معاملے میں الگ سے تحقیق کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ کیونکہ ہر مدیون تنگدستی کا ہی دعویٰ کرے گا نتیجۃً مقدمہ عدالت میں جائے گا، نیز اکثر بینک عقد کرتے وقت یہ بات طے کرلیتے ہیں کہ مدیون اس وقت تک مالدار ہی تصور کیا جائے گا جب تک عدالت اس کو مفلس قرار نہ دیدے۔ اب کسی شخص پر افلاس کا حکم لگانا تو آخری حد ہے۔ ان حالات میں یہ کہنا کیسے ممکن ہو گا کہ اسلامی بینک مدیون کی تنگدستی کی صورت میں مالی معاوضہ کا مطالبہ نہیں کریں گے؟ دوسری بات یہ بھی ہے کہ مفلس ہونے کی صورت میں تو سودی بینک بھی اپنی اصل رقم بھی واپس نہیں لے سکتے تو اسلامی بینک اگر مالی معاوضہ اس وقت نہ لیں تو یہ کونسا فرق ہوا؟

جواز کے قائلین نے جو دوسرا فرق بیان کیا تھا کہ ادائے دین کی مدت گزرنے کے ایک ماہ بعد مالی معاوضہ واجب کیا جاتا ہے تو اگر بینکوں میں عملاً ایسا ہی ہوتا ہو تو یہ فرق تو درست ہے، لیکن یہ ایسا فرق نہیں ہے جو اس کے جواز کی دلیل بن سکے۔ کیونکہ اس میں زیادہ سے زیادہ یہ بات ہے کہ انہوں نے ایک ماہ کا مالی معاوضہ وصول نہیں کیا۔

جہاں تک مجوزین کے بیان کردہ تیسرے اور چوتھے فرق کا تعلق ہے کہ مدتِ تاخیر میں حاصل ہونے والے منافع کے تناسب سے مالی معاوضہ لازم کیا جاتا ہے اور یہ کہ معاوضہ کی مقدار معلوم اور متعین نہیں ہوتی۔ تو یہ دونوں فرق بھی صرف نظریاتی ہیں، عملی طور پر بینکوں کی آمدن لوگوں کو معلوم ہوتی ہے۔ عملاً بینک اور گاہک کو وہ مقدار معلوم ہوتی ہیں، اس میں انیس بیس کا فرق ہی ہوتا ہے جو اس کے جواز کی دلیل نہیں بنتا، کیونکہ اس کے عدم جواز پر مضبوط دلائل قائم ہیں۔

اس ساری بحث سے معلوم ہوا کہ مجوزین کا نقطہ نظر فکری اور عملی اعتبار سے درست نہیں ہے۔ مجوزین تعویض مالی کے جواز پر ایک دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ اگر مالی جرمانہ مقرر نہ کیا جائے تو دائنین کو زبردست نقصان ہو گا اور کوئی بھی مدیون وقت پر ادائیگی نہیں کرے گا۔ مجوزین علماء کی یہ بات آج کے حالات کے مطابق سو فیصد درست ہے، لیکن اس کے تدارک کے لئے تعویض مالی ہی ضروری نہیں ہے بلکہ مدیون پر دباؤ کے لئے تصدق اجباری کا طریقہ سب سے مناسب ہے، کیونکہ اس سے مقصود بھی حاصل ہو جاتا ہے کہ مدیون جان بوجھ کر تاخیر نہیں کر سکے گا اور ربا یا شبہ ربا سے بھی بچا جا سکتا ہے۔ لہٰذا بینک کو اس وجہ سے جو نقصان ہونا تھا اس کا سد باب ہو جائے گا۔ تصدق اجباری کے باوجود اگر کوئی تاخیر کرے تو اس کی کوئی نہ کوئی معقول وجہ بھی ضرور ہو گی۔ اس طریقہ میں گاہک سے بینک کے منافع کے برابر اور اس سے زیادہ بھی صدقہ کرنے کا کہا جا سکتا ہے۔

رہی بات تصدق اجباری کے جواز کی تو شرعی اعتبار سے تمام فقہاء کے نزدیک اس کا التزام جائز ہے۔ اور بعض مالکیہ کے نزدیک اس تبرع کی ادائیگی قضاء بھی لازم ہو گی، اور اسی بات کو مجلس شرعی نے معاییر میں اختیار کیا ہے۔[24]

لہٰذا اس بہترین متبادل کے ہوتے ہوئے مالی معاوضہ کی اجازت دینا بالکل درست معلوم نہیں ہوتا۔

عقد استصناع اور ٹھیکیداری کے معاملات میں شرط جزائی[25] کا حکم:

مدین مماطل سے تاخیر کی صورت میں مالی جرمانہ لینا تو جمہور فقہاء کے نزدیک ناجائز ہے اور یہی قول راجح بھی ہے۔ لیکن عقدِ استصناع، ٹھیکیداری اور عقد توریدا ور اس جیسے دیگر معاملات میں معاہدے کے مطابق بروقت کام کی تکمیل نہ کرنے پر شرط جزائی لگانا جائز ہے یا نہیں؟

شرط جزائی کی اصطلاح ایک جدید اصطلاح ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کام کرنے والا فریق یہ اقرار کرے کہ اگر میں نے یہ کام مقررہ مدت تک نہ کیا تو مجھ پر اتنے پیسے لازم ہوں گے یا میرے ثمن یا اجرت سے اتنے پیسے کم کر دیے جائیں۔[26]

آج کل اجارہ، استصناع اور ٹھیکہ داری کے معاملات اور اشیاء کی سپلائی کے معاہدات میں ایسی شرائط لگائی جاتی ہیں تاکہ کام کی تکمیل بروقت ہو سکے اور تاخیر کی صورت میں دوسرے فریق کو نقصان نہ ہو۔

اب سوال یہ ہے کہ ایسی شرط لگانا درست ہے یا نہیں؟ اس میں قدیم فقہاء کی طرف سے کوئی صراحت تو موجود نہیں ہے کیونکہ یہ اصطلاح ہی جدید ہے، البتہ کچھ نظائر موجود ہیں جن سے فقہاء کے مذاہب کا علم ہوتا ہے۔

فقہاء کے درمیان اجارہ کے باب میں ایک مسئلہ مختلف فیہ ہے، مثلاً ایک مستاجر اگر درزی کو کہتا ہے:

"ان خطته اليوم فبدرهم،وان خطته غدا فبنصف درهم-"[27]

اگر آپ اس کپڑے کو آج سی دیتے ہیں تو آپ کو ایک درہم اجرت ملے گی اور اگر آپ اسے کل تیار کریں گے تو آپ کو نصف درہم ملے گا۔

تو اس صورت میں اجرت کا کیا حکم ہے؟ اس مسئلہ میں علماء کا خاصا اختلاف موجود ہے۔

صاحبینؒ اور امام احمدؒ کا مذہب:

صاحبینؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک ایسی شرط لگانا درست ہے۔ لہٰذا اس شرط کے مطابق اگر وہ اسی دن کام مکمل کر دیتا ہے تو اسے ایک درہم مکمل ملے گا، اگر وہ اس دن کام مکمل نہیں کرتا بلکہ اگلے دن مکمل کرتا ہے تو اس کو نصف درہم ہی ملے گا۔[28]

دلیل:

ان کی دلیل وہ مشہور حدیث ہے: "المسلمون على شروطهم إلا شرطا أحل حراما أو حرم حلالا "[29] کہ مسلمان اپنی شرائط پر قائم ہوتے ہیں مگر ایسی شرائط جو حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیں۔

ان حضرات کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اس صورت کی قرآن وحدیث میں کہیں بھی ممانعت نہیں ہے، لہٰذا یہ جائز ہونی چاہیئے۔[30]

شافعیہ اور مالکیہ کا مذہب:

امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا مذہب یہ ہے کہ مذکورہ صورت درست نہیں ہے وہ کام آج کرے یا کل اسے اجرت مثل ہی ملے گی۔[31]

امام ابو حنیفہؒ کا مذہب:

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر اس نے اسی دن کام مکمل کر دیا تو اسے ایک درہم ہی ملے گا اور اگر دوسرے دن کام مکمل کیا تو اس کی اجرت ایک درہم سے زیادہ نہیں ہو گی اور نصف درہم سے کم نہیں ہو گی، شاید امام ابو حنیفہؒ بھی دوسرے دن کام کی تکمیل میں اجرت مثل کی طرف گئے ہیں۔ لیکن وہ اجرت مثل میں بھی یہ شرط لگاتے ہیں کہ اگر ایک درہم سے زائد ہو تو پھر جو ان میں طے ہے وہ زیادہ سے زیادہ ایک درہم، لہٰذا اس سے زیادہ نہیں ہو گی اور اگر اجرت مثل نصف درہم سے بھی کم ہو تو ان کے درمیان جو اجرت کم از کم طے ہے وہ نصف درہم ہے اس لئے نصف درہم سے کم نہیں دی جا سکتی، اگر وہ پہلے دن کام کرتا ہے تو امام ابو حنیفہؒ کا مذہب بھی صاحبین والا ہی ہے یعنی اسے ایک درہم مکمل ملے گا۔[32]

اس مسئلے میں عرب و عجم کے اکثر فقہاء نے عقد استصناع، سپلائی اور ٹھیکیداری کے معاہدات میں امام احمدؒ اور صاحبین کے مذہب کو اختیار کرتے ہوئے شرط جزائی کو جائز قرار دیا ہے۔ ان کے بقول یہ کوئی مالی جرمانہ نہیں بلکہ اس کی اجرت یا اصل قیمت میں کمی ہے جو شرعی اعتبار سے جائز ہے۔[33] اسی لئے بیع سلم میں شرط جزائی درست نہیں ہے کیونکہ وہ دین میں تاخیر کی بنا پر زیادتی ہے جو واضح سود ہے۔[34]

ان کا استدلال مشہور حدیث سے ہے: الْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ إِلَّا شَرْطًا حَرَّمَ حَلَالًا، وَأَحَلَّ حَرَامًا۔[35]

مسلمانوں پر اپنی شروط کی پاسداری لازم ہے مگر ایسی شرط جو حلال کو حرام یا حرام کو حلال کر دے۔

مجوزین حضرات کہتے ہیں کہ یہ شرط جائز ہے اور عقد کو بروقت مکمل کرنے میں معین و مددگار ہے۔

ان حضرات کی عقلی دلیل یہ ہے کہ ان عقود میں وقت کی بڑی اہمیت ہوتی ہے اگر ٹھیکیدار نے وقت پر کام مکمل نہ کیا یا کنٹریکٹر نے بروقت سپلائی نہ دی تو اس سے فریق مخالف کو بہت زبردست نقصان ہوتا ہے جیسے کسی خاص سیزن کی اشیاء وقت پر نہ دی جائیں تو پھر وہ پورا سال نہیں بکتیں، اس لئے اس نقصان کا ذمہ دار اس شخص کو بنانا بالکل درست ہے جس کی وجہ سے نقصان ہوا ہے۔[36]

اس کے علاوہ یہ حضرات عرف وعادت، اور ضرورت وحاجت کو بھی دلیل بناتے ہیں کہ اس قسم کے عقود کو بروقت مکمل کرنے کے لئے لوگوں میں اس طرح کی شرائط لگانے کا اب عرف ہو گیا ہے اور اس میں شرعاً کوئی خرابی بھی نہیں ہے لہٰذا اس عرف کا اعتبار کیا جائے گا۔[37] اور اس میں ضرورت وحاجت بھی ہے تا کہ اس قسم کے معاملات میں تاخیر نہ ہو اور اگر تاخیر ہو جائے تو جو اس کا ذمہ دار ہو اسے اس کی غلطی کی سزا بھی ملے ورنہ تو اس کی غلطی کی سزا فریق مخالف کو ملے گی جو شرعی، اخلاقی اور قانونی اعتبار سے بالکل غیر مناسب ہے۔[38]

یہی مؤقف مجمع الفقہ الاسلامی کا ہے: يجوز أن يتضمن عقد الاستصناع شرطا جزائيا بمقتضى ما اتفق عليه العاقدان، ما لم تكن هناك ظروف قاهرة [39]

استصناع کے معاہدے میں عاقدین کی باہمی رضامندی سے شرط جزائی کو شامل کیا جاسکتا ہے جب تک کوئی ہنگامی حالات نہ آئے ہوں۔

ہیئة المحاسبة والمراجعة للمؤسسات المالية الاسلاميه نے بھی اسی قول پر فتویٰ دیا ہے۔ چنانچہ المعایير الشرعیہ میں ہے۔

يجوز النص على الشرط الجزائي في عقود المقاولات والاستصناع والتوريد؛ لأنه من قبيل الشروط الصحيحة المقترنة بالعقد، فلا يحل الحرام،[40]

ٹھیکیداری، استصناع اور اشیاء کی سپلائی کے معاہدات میں شرط جزائی کی صراحت کرنا جائز ہے، اس لئے کہ یہ شرط ان شرائط میں سے ہے جن کو معاہدہ کے ساتھ لگانا درست ہے، کیونکہ یہ شرط نہ تو حلال کو حرام کرتی ہے اور نہ ہی حرام کو حلال کرتی ہے۔

اس کی دلیل میں مجلس شرعی کے علماء لکھتے ہیں:

"مستند جواز أن يتضمن عقد الاستصناع شرطا جزائيا على الصانع هو أن هذا الشرط فيه مصلحة للعقد وأنه وارد على مبيع في الذمة شرط فيه العمل وليس دينا في الذمة". [(41)]

استصناع کے عقد میں جرمانے کی شرط کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ یہ عقد کی مصلحت کے موافق ہے، نیز یہ شرط محض دین کے بارے میں نہیں بلکہ اس شیئ کے بارے میں ہے جو ذمہ میں واجب ہے اور اس میں عمل کی شرط ہے۔

اس رائے کو سعودی عرب کی ہیئۃ کبار العلماء نے بھی متفقہ طور پر منظور کیا ہے۔

فإن المجلس يقرر بالإجماع أن الشرط الجزائي الذي يجري اشتراطه في العقود شرط صحيح معتبر[42]

مجلس بالاتفاق یہ بات منظور کرتی ہے کہ شرط جزائی جس کی شرط معاہدوں میں لگانے کا عرف ہے ایک ایسی شرط ہے جو کہ صحیح اور معتبر ہے۔

البتہ معاصر فقہاء نے شرط جزائی کے نفاذ کے لئے چند شرائط لگائی ہیں، جن کا اعتبار کرنا ضروری ہے۔

1 ٹھیکیدار یا کنٹریکٹر کی طرف سے خطاء ہو اور عام حالات میں محض تاخیر کو ہی خطا مانا جائے گا، تاخیر ہنگامی حالات کی وجہ سے ہوئی ہو تو شرط جزائی لازم نہیں ہو گی۔

2 دوسرے فریق کو اس سے نقصان ہوا ہو۔

3 شرط جزائی کی مقدار عرف کے مطابق عادلانہ ہو یعنی جس قدر منفعت فوت ہوئی ہے اسی کے بقدر ہو۔

4 یہ تاخیر کسی ناگہانی صورتحال کی بناپر نہ ہوئی ہو۔[43]

چنانچہ المعایير الشرعیہ میں ہے:

"يجوز أن يتضمن عقد الاستصناع شرطا جزائيا غير مجحف لتعويض المستصنع عن تأخير التسليم بمبلغ يتفق عليه الطرفان إذا لم يكن التأخير نتيجة ظروف قاهرة أو طارئة، ولا يجوز الشرط الجزائي بالنسبة للمستصنع إذا تأخر في أداء الثمن"-(44)

"عقد استصناع میں وقت پر مطلوبہ شئے فراہم نہ کرنے کی صورت میں خریدار کے نقصان کی تلافی کے لئے صانع پر باہمی رضامندی سے طے شدہ متوسط جرمانے کی شرط لگا سکتے ہیں، بشرطیکہ یہ تاخیر کسی ناگہانی صورتحال کی وجہ سے نہ ہوئی ہو، نیز جرمانے کی یہ شرط ظالمانہ نہیں ہونی چاہیے، البتہ اگر خریدار قیمت کی ادائیگی میں تاخیر کرے تو اس پر کوئی جرمانہ عائد کرنا درست نہیں۔"

مجوزین کے قول کا جائزہ:

عقد استصناع، اجارہ، اور عقود توریدمیں معاصر فقہاء نے شرط جزائی کے جواز میں جو مذہب اختیار کیا ہے وہ مندرجہ ذیل وجوہ سے درست معلوم ہوتا ہے:

1: جیسا کہ مجلس شرعی نے خود کہا ہے کہ یہ عقد کی مصلحت کے موافق ہے۔ کیونکہ عقد کا مقصد ہے وعدہ کے مطابق کام مکمل کرنا اور یہ شرط اس کے معاون ہے تاکہ کام بر وقت تکمیل کو پہنچے، لہٰذا یہ قول درست معلوم ہوتا ہے۔

2: اس دور میں کسی بھی چیز کو وقت پر مکمل کرنے کی بڑی اہمیت ہے کیونکہ ایک ایک دن اور گھنٹے کے حساب سے اس چیز کی افادیت ہوتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کے وعدہ کے مطابق دوسرا فریق آگے کئی معاہدے مستقبل کی تاریخوں پر کرے جیسے ایک شادی ہال تعمیر ہو رہا ہو اس میں عقد استصناع ہوا اور طے ہوا کہ فلاں تاریخ تک یہ مکمل ہو گا تو اب مالک نے مقررہ تاریخ کے بعد ہال کی بکنگ شروع کر دی اور ٹھیکیدار نے اپنا کام طے شدہ تاریخ تک مکمل نہیں کیا، تو یہاں صانع کی اس تاخیر سے دوسرے فریق کو بہت نقصان ہوتا ہے لہٰذا ایسی شرط لگانا بالکل وقت کی ضرورت ہے، ورنہ امانت و دیانت میں کمی کی وجہ سے لوگ خوامخواہ ہی تاخیر کرتے رہیں گے۔

3: معاصر فقہاء نے دوسری طرف صانع کی بھی رعایت کی ہے کہ شرط ظالمانہ نہیں ہونی چاہیے۔ مثلاً یہ کہ تمہاری ساری اجرت ضبط کرلی جائے گی وغیرہ وغیرہ، اسی طرح اگر کوئی ناگہانی آفت کی وجہ سے تاخیر ہو مثلاً زلزلہ آگیا، سیلاب آگیا جس کی وجہ سے کام نہ ہوسکا تو جرمانہ نہیں لیا جائے گا۔[45]

4: عقد توريد اور استصناع میں بہت سی اشیاء ایسی ہوتی ہیں جن کی قیمتوں میں چند ایام کی تاخیر سے بہت نمایاں فرق پڑ جاتا ہے جیسے موسم کے ملبوسات اور الیکٹرونک اشیاء خاص کر موبائل اور کمپیوٹر وغیرہ، تو جس کی تاخیر کی وجہ سے یہ نقصان ہوا ہے نقلاً اور عقلاً اس نقصان کا ذمہ دار بھی اسے ہی ہونا چاہیے اور وہ صانع، ٹھیکیدار یا کنٹریکٹر ہے۔

5: مجوزین کے قول کی راجح ہونے کی ایک دلیل امام بخاریؒ کی ذکر کردہ یہ روایت بھی ہے:

عن ابنِ سيرين: إن رجُلاً باعَ طعاماً، وقالَ: إنْ لم آتِك الأربعاءَ؛ فليس بيني وبينَك بيع، فلم يجِيء فقالَ شريح للمشتري: أنتَ أخْلَفْتَ، فقَضى عليه.[46]

6: شرط جزائی کے نفاذ میں حقوق العباد کی حفاظت ہے نیز اس میں تعظیم وقت اور ایفاء عہد میں معاونت ہے اور اب تو اس کا تجار کے ہاں عرف بھی بن چکا ہے لہٰذا اس کے جواز کا فتویٰ بالکل درست معلوم ہوتا ہے۔[47]

إن الأصل في الأشياء الإباحة [48] اس کے تحت فقہاء نے لکھا ہے کہ ایسے تمام معاملات جن میں لوگوں کی بھلائی ہو اور شریعت میں ان کی تردید نہ آئی ہو جائز اور مباح ہیں۔[49]

خلاصہ ونتائج بحث

مماطلہ کی بنا پر دفعِ ضرر کے لئے عاقدین کا مطلقاً تعویض مالی پر اتفاق کرنا تمام قدیم وجدید فقہاء کے نزدیک ناجائز ہے خواہ عوض نقد ہو یا غیر نقد، کیونکہ یہ سود ہے جو قرآن وحدیث سے باجماع امت حرام ہے۔

تنگ دست مدیون سے دین کی ادائیگی میں تاخیر کی بنا پر تمام قدیم وجدید فقہاء کے نزدیک تعویض مالی لینا متفقہ طور پر ناجائز ہے۔ مدین مماطل سے تاخیر کی بنا پر تعویض مالی لینا تمام قدیم اور اکثر جدید فقہاء کے نزدیک ناجائز ہے۔ دین خواہ مرابحۃ مؤجلہ کا ہو یا اجارہ میں کرایہ کا یا کسی بھی دیگر سبب سے واجب ہوا ہو۔ یہی قول علمی اور عملی اعتبار سے راجح ہے۔ البتہ بعض معاصر فقہاء کے نزدیک مالدار مدین مماطل کی تاخیر سے جو دائن کو حقیقی نقصان ہوا ہے اس کی بقدر تعویض مالی لینا جائز ہے۔

تمام جدید فقہاء نے مدیون کو ادائیگی میں تاخیر سے روکنے کے لئے اور دائنین کو تاخیر کے نقصان سے بچانے کے لئے اس پر تصدق اجباری کے لزوم کو جائز قرار دیا ہے۔ استصناع، ٹھیکیداری اور عقودِ توريد پر شرط جزائی لگانا قدیم فقہاء کے درمیان مختلف فیہ ہے لیکن اکثر معاصر فقہاء اس کے جواز پر متفق نظر آتے ہیں کیونکہ اس دور میں وقت کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ معاصر علماء مدیون پر تعویض مالی کے عدمِ جواز اور استصناع میں شرط جزائی کے جواز میں فرق یہ بیان کرتے ہیں کہ استصناع، اجارہ وغیرہ میں بروقت کام مکمل نہ کرنے کی صورت میں کوئی الگ سے

تعویض مالی نہیں لگائی جاتی بلکہ تاخیر کی بنا پر اس کی اجرت یا اصل ثمن میں کمی کی جاتی ہے، جبکہ مدیون پر اضافہ اس کے دین میں اضافہ ہے جو نصوص شرعیہ کی بنا پر سود ہے اس لئے وہ ناجائز ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1 ابن منظور، افریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب، فصل فی لعین، دار صادر، بیروت، 1991ء، 7/197: مجموعۃ من العلماء المعجم الوسیط، دارالجلیل، بیروت، 1991ء، 2/637

2 دلیل المصطلحات الفقہیۃ الاقتصادیۃ، بیت التمویل الکویتی، کویت، 1412ھ، ص 73: نزیۃ حماد، ڈاکٹر، معجم المصطلاحات الاقتصادیۃ، فی لغۃ الفقہاء الاقتصادیۃ، المعہد العالی للفکر الاسلامی، فرجینیا، امریکہ، 1415ھ، ص119

3 بیہقی، احمد بن حسین، السنن الکبری، حیدر آباد دکن، انڈیا، 5/، 350، 339

4 شمس الائمہ سرخسی، المبسوط، مطنعۃ السعادۃ، مصر، 1424ھ، 18/ 32: امام مالک، المدونۃ الکبری، مطبعۃ السعادۃ، مصر، 1323ھ، 4/25: کاسانی، بدائع الصنائع، دارالکتاب العربی، بیروت، 1402ھ، 7 / 395: زکریا الانصاری، اسنی المطالب شرح روض الطالب المکتبۃ الاسلامیۃ، بیروت، 2/142: ابن النجار، منتھی الارادات، مطبعۃ انصار السنۃ، قاہرۃ، مصر، 1366ھ، /227: ابن قدامہ، المغنی، 6/438

5 دیکھیے: دراسات المعاییر الشرعیۃ، ہیئۃ المحاسبۃ والمراجعۃ للمؤسسات المالیۃ الاسلامیۃ، دارلمیمان للنشر والتوزیع، ریاض، 1437ء، 1/263-270

6 مصطفی الزرقاء، المدخل الفقہی العام، دارالقلم، دمشق، 1998ء، 1/472

7 محمد عثمان شبیر وآخرون، بحوث فقہیۃ فی قضایا اقتصادیۃ معاصرہ، دارلنفائس، عمان، 1998ء، 2/862

8 دیکھیے: دراسات المعاییر الشرعیۃ، ہیئۃ المحاسبۃ والمراجعۃ للمؤسسات المالیۃ الاسلامیۃ، دارلمیمان للنشر والتوزیع، ریاض، 1437ء، 1/263-270

9 المائدۃ: 1

10 مجلۃ ابحاث الاقتصاد الاسلامی، ج3، ص117، جامعۃ الملک عبدالعزیز، جدہ، 1985ء

11 ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید، القزوینی، سنن ابن ماجہ، ابواب الاحکام، باب من بنی فی حقہ مایضر بجارہ، رقم الحدیث: 2341

12 مجلۃ ابحاث الاقتصاد الاسلامی، ج3، ص117،

13 احمد بن حنبل، امام، المسند، حَدِیثُ الشَّرِیدِ بْنِ سُوَیْدٍ الثَّقَفِیِّ، رقم الحدیث: 19463

14 نزیۃ کمال حماد، الشرط الجزائی واثرہ فی العقود المعاصرہ، ص224

15 مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی، مجمع الفقہ الاسلامی، الشرط الجزائی وتطبیقاتہ المعاصرہ، 14 /126

16 بیہقی، احمد بن حسین، السنن الکبری، 5/350

17 القرطبی، محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1403ھ، 3/348

18 دراسات المعايير الشرعية،ہیئۃا لمحاسبۃ والمراجعۃ للمؤسسات المالیۃالاسلامیۃ، دارلمیمان لنشروالتوزیع ،ریاض ،1437ء، 296/1
19 ایضاً ،1/298
20 المعاییر الشرعیہ،المعیار الشرعی،رقم 3،المدین المماطل،ضابطہ نمبر،2/1/2،ص26
21 المعاییر الشرعیہ،المعیار الشرعی،رقم 3،المدین المماطل،ص30
22 المجمع الفقہ الاسلامی،رابطۃ العالم الاسلامی،مجلۃا لمجمع الفقہ الاسلامی،مکہ مکرمہ1422ھ،14 / 131
23 دیکھیے:دراسات المعايير الشرعية،ہیئۃ المحاسبۃ والمراجعۃ للمؤسسات المالیۃ الاسلامیۃ،دارلمیمان لنشر والتوزیع،ریاض،1437ء، 296/1-299
24 الحطاب، شمس الدین ابو عبداللہ، محمد بن محمد، تحریر الکلام فی مسائل الالتزام، دار الغرب الاسلامی، بیروت، لبنان، ط1404،1ھ،176
25 عقد میں یہ شرط لگانا کہ اگر دوسرے فریق نے مقررہ وقت پر اپنی ذمہ داریوں کو پورا نہ کیا تو اس پر اتنا جرمانہ ہوگا شرط جزائی کہلاتا ہے۔
26 درسات المعاییر الشرعیۃ،1/24
27 ابن قدامہ، المغنی،6/87؛ابن نجیم،البحر الرائق،دارالکتاب الاسلامی، قاہرہ، مصر،8/54
28 ابن الھمام ،کمال الدین محمد بن عبد الواحد،فتح القدیر،دارلفکر ،بیروت،4/242: المغني 6/87؛ابن القیم، إعلام الموقعین،دارالکتب العلمیہ،بیروت،1991ء،3/401؛والإنصاف6/18؛والبیان والتحصیل8/438؛والمدونۃ3/389؛ والموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ1/256
29 الطبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب، المعجم الکبیر، باب عَمْرُو بْنُ عَوْفِ بْنِ مِلْحَةَ الْمُزَنِيُّ، رقم الحدیث:30 مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرۃ، ج17 ،ص22
30 ابن الھمام، کمال الدین محمد بن عبد الواحد، فتح القدیر، دارلفکر، بیروت،4/242:المغني6/87؛
31 الشیرازی،ابواسحاق ابراہیم بن علی، المھذب، دارالقلم، دمشق،1417ھ،1/57: المدونۃ3/389،
32 شمس الائمہ سرخسی، محمد بن احمد، المبسوط، دار المعرفۃ، بیروت،1414ھ،14/139 ؛ابن الھمام ،کمال الدین محمد بن عبد الواحد، فتح القدیر، دارلفکر، بیروت،4/242
33 مجلۃ البحوث الإسلامیۃ، الرئاسۃ العامۃ لإدارات البحوث العلمیۃ والإفتاء والدعوۃ والإرشاد،2/142
34 مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامي الدولي، محع الفقہ الاسلامی الدولی، جدہ، سعودی عرب،2/9898
35 الطبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب، المعجم الکبیر، باب عَمْرُو بْنُ عَوْفِ بْنِ مِلْحَةَ الْمُزَنِيُّ، رقم الحدیث:30 مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرۃ، ج17 ،ص22
36 مصطفی الزرقاء، المدخل الفقہی العام، دارلقلم، دمشق،1998ء،1/472
37 دیکھیے: ہیئۃ کبار العلماء السعودیہ، مجلہ بحوث الفقھیہ، دارعالم الکتب، الریاض، سعودی عرب،1395ھ، ص137
38 طلال المھتار، البند الجزائی فی القانون المدنی، جامعہ سوربون، فرانس،1974ء، ص49،

39 مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامي الدولي، مجمع الفقہ الاسلامی الدولی، عقد الاستصناع وعلاقتہ بالعقود الجائزہ، رقم 65 (3/7).

40 المعاییر الشرعیہ، ہیئۃ المحاسبۃ والمراجعۃ، للمؤسسات المالیۃ الاسلامیۃ، المعیار الشرعی، رقم 3،، المدین المماطل، ضابطہ نمبر 3/2، ص26

41 المعاییر الشرعیۃ، المعیار الشرعی، رقم 11، الاستصناع والاستصناع الموازی، ص156

42 ابحاث ہیئۃ کبار العلماء سعودی عرب، الشرط الجزائی، مکتبہ ابن خزیمہ، ریاض 1412ھ

43 دیکھیے: المدخل الفقهي العام، للأستاذ الزرقاء: ص386

44 المعاییر الشرعیۃ، المعیار الشرعی، رقم 11، الاستصناع والاستصناع الموازی، ضابطہ نمبر 7/6، ص149)

45 مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامي، مجمع الفقہ الإسلامي، المنظمۃ المؤتمر الإسلامي، جدہ، سعودی عرب، 9899/2

46 بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ الِاشْتِرَاطِ وَالثُّنْيَا فِي الإِقْرَارِ، وَالشُّرُوطِ الَّتِي يَتَعَارَفُهَا النَّاسُ بَيْنَهُمْ، 1295/1

47 مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامي، مجمع الفقہ الإسلامي، المنظمۃ المؤتمر الإسلامي، جدہ، سعودی عرب، 9899/2

48 بدر الدین زرکشی، محمد بن بہادر، تشنیف المسامع بجمع الجوامع، مکتبہ قرطبۃ، 1998ء 896/2

49 ابو المعالی الجوینی، عبد الملک بن عبد اللہ، الورقات، دار احیاء التراث، دمشق، 1425ھ، 27/1